چینی سعودی عرب تعلقات میں گرم جوشی: سعودی عرب امریکہ سے مایوس ہو گیا ہے؟

آصف ملک

دو ہزار اکیس میں بطور امریکی صدر جو بائیڈن کی حلف برداری سے اب تک پوری دنیا میں ایسے متعدد واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے واضح ہو رہا ہے کہ مشرق وسطی اور ایشیائی ممالک، امریکہ کے خلاف نئے صف بندی ترتیب دے رہے ہیں اور یہ سب ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب روس یوکرین جنگ کے نتیجے میں عالمی منڈی میں تیل کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ امریکہ اوپیک پلس پر دباو ڈال رہا ہے کہ عالمی منڈی میں تیل کی رسد میں اضافہ کیا جائے جبکہ اوپیک پلس ممالک، روس اور چین کی حمایت سے رسد میں اضافہ کرنے کو تیار نہیں جس کی وجہ سے یورپ اور تیسرے دنیا کے ممالک کو تیل بحران کا سامنا ہے۔ چین اور امریکہ کے درمیان خطے میں اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی جنگ کے بعد خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ سعودی عرب اور امریکہ بھی نئی صف بندی کریں گے اور اب ایسا ہی ہو رہا ہے، جس کا واضع اشارہ اس وقت سامنے آیا جب چینی صدر شی جن پنگ چھ سال بعد سعودی عرب کا دورہ کر رہے ہیں جس کے بارے میں کہا جا

رہا ہے کہ یہ دورہ دنیا کی ہیت تبدیل کر دے گا ستر سال سے زائد عرصے تک مشرق وسطی میں امریکی اتحادی رہنے والے سعودی عرب کے چین کی جانب جھکاو کو نئی صف بندی کی جانب پہلا قدم قرار دیا جا رہا ہے گزشتہ روز چینی صدر جس وقت سعودی حدود میں داخل ہوئے تو چھ فائٹر ائیر کرافٹس نے انہیں سلامی دی۔ ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے کہ کسی سربراہان مملکت کو سعودی عرب کی برف سے ایسا پروٹوکول دیا گیا ہو۔ چینی صدر شی سعودی عرب دورے کے دوران ریاض کانفرنس برائے چینی خلیجی تعاون و ترقی کا انعقاد کرنے کے ساتھ ساتھ خلیجی ممالک کے سربراہان سے ملاقات بھی کریں گے۔ اس وقت چین اور سعودی عرب کے درمیان تجارت کا حجم دو سو ستر ارب ڈالر کی سطح پر پہنچ چکا ہے جبکہ چین اور عرب ممالک کے درمیان مشترکہ تجارت تین سو تیس ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے جو گزشتہ سال سے سنتیس فیصد زیادہ ہے یعنی عرب ممالک اب امریکہ کی بجائے چین کے ساتھ اپنے تعلقات نہ صرف آگے بڑھا رہے ہیں بلکہ واضع طور پر امریکی بلاک سے نکل کر چینی بلاک میں شامل ہو رہے ہیں جبکہ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان تجارتی حجم پچپیس سے انیتس ارب ڈالر ہے یعنی سعودی عرب اور چینی تجارت کا محض گیارہ فیصد روس یوکرین جنگ سے اب تک سعودی عرب کی پالیسی میں واضع جھکاو دیکھا گیا ہے، کیونکہ سعودی عرب امریکہ کی بجائے اب خام تیل کی بڑی مقدار چین کو فروخت کر رہا ہے اور چین کو اس پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تجارت ڈالر کی بجائے چینی کرنسی یوآن میں ہونی چاہیے اسی طرح سعودی عرب دفاعی ضروریات کے لئے امریکہ کے بجائے چین سے قریبی تعلقات چاہتا ہے چینی صدر کا چھ سال بعد دورہ سعودی عرب واضع طور پر بتا رہا ہے کہ سعودی عرب امریکہ سے دور اگرنہ بھی ہو رہا ہو اور چین کے قریب ضرور ہو رہا ہے۔ کیا واقعی خطے میں ایسی تبدیلیاں ہو رہی ہیں جن کو بنیاد بنا کر یہ کہا سکتا ہو کہ نئی صف بندی، نئے اتحادی اور نئے بلاکس کی تشکیل کی شروعات ہو چکی ہے۔

سعودی خواب کے رستے میں رکاوٹ ہمسائے

گزشتہ کچھ عرصے سے یہ تاثر گہرا ہوتا جا رہا ہے کہ سعودی عرب، ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی سر براہی میں مملکت کے حوالے سے ایسے فیصلے لے رہے ہیں جن کا اثر براہ راست امریکہ سعودی عرب تعلقات پر پڑ رہا ہے اور جس کی واضع مثال یہ ہے کہ ستر سالوں تک اتحادی رہنے والے ممالک نے تیل کی سپلائی پر ایک دوسرے کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ عملی طور پر اس وقت سعودی عرب کے تمام معاملات دیکھ رہے ہیں کیونکہ ولی عہد محمد بن سلمان اسوقت ولی عہد کے ساتھ ساتھ، نائب صدر وزرا کابینہ، وزیر دفاع، سیاسی اور سیکورٹی امور کونسل کے صدر اور سعودی اقتصادی اور ترقیاتی امور کونسل کے صدر بھی ہیں تو شاہ سلمان کی اشیر باد کے ساتھ ساتھ تمام اختیاراتی طاقت بھی ان کے پاس ہے تو سعودی عرب اس وقت جو کچھ سفارتی محاذ پر کر رہا ہے وہ ولی عہد کا ہی برین چائلڈ ہے۔ سنہ دو ہزار سترہ میں ولی عہد تعیناتی کے بعد، محمد بن سلطان نے سعودی ویژن بیس سو تیس متعارف کروایا جس کا مقصد، سعودی عرب کا تیل پر انحصار کم کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی راہ داریوں کو اس انداز میں وسعت دینا تھا کہ ہمسایہ ممالک سے تعلق بھی استوار ہو جائے۔ گزشتہ پانچ چھ سالوں کے دوران، سعودی عرب کے خطے میں ہمسایہ ممالک کے حوالے سے پالیسیز تبدیل ہو رہی ہیں چاہے اس کی وجہ پالیسیز کی ناکامی ہو یا نئے دوست ممالک کی سوچ۔ دو ہزار سے دو ہزار بائیس کے دوران جاری رہنے والی یمن جنگ حوثیوں کے فضائی حملوں کی شدت اور پھر دو ہزار انیس میں ایرانی حملوں کے نتیجے میں سعودی ریاست اس نتیجے پر پہنچی کہ اس تنازع سے باہر نکلنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو جہاں سعودی شہریوں کی جانوں کو خطرہ ہو گا بلکہ عالمی شرمندگی کے علاوہ، سعودی عرب کے دفاع پر بھی سوالات کھڑے ہو جائیں گے اور حالیہ سالوں میں ایسا ہی ہوا جس کے پیش نظر سعودی عرب نے انیتس مارچ دو ہزار بائیس کو یمن میں تمام آپریشنز روکنے کا اعلان کر دیا۔ محمد بن سلمان نے دیگر ممالک کے حوالے سے بھی اپنی حکمت عملی کو تبدیل کیا، یمن کی طرح قطر کے ساتھ جاری سفارتی تنازعات کے خاتمے کی جانب قدم بھی گزشتہ سال کے اواخر میں اس وقت لئے گئے جب سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے دسمبر دو ہزار اکیس میں قطر کا دورہ کیا۔ روس یوکرین جنگ کے آغاز سے اب تک

سعودی عرب اور قطر آئل پروڈکشن کو ایک مخصوص حد میں رکھنے کے لئے حوالے سے نہ صرف ایک پیج پر ہیں بلکہ دونوں امریکہ کی جانب سے دی جانے والی دھمکیوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ قطر میں ہونے والے فیفا ورلڈ کپ کے دوران، یہ تعلق مزید گہرا ہوتا دیکھا گیا جب سعودی عرب نے قطر میں فیفا ورلڈ کپ دیکھنے کے لئے آنے والوں کو حیا کارڈ کا اجرا کر دیا جس سے قطر کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کو بھی مالی فائدہ ہوا۔ ایران کے حوالے سے پالیسیوں کو لے کر سعودی عرب اور عمان کے درمیان تعلقات خراب رہے، مگر پھر گزشتہ سال، تقریبا ایک دہائی کے بعد، عمان کے سلطان ہیثم بن ترکی نے سعودی عرب کا دورہ کیا جہاں انہیں سعودی عرب کے سب سے بڑے اعزاز سے بھی نوازہ گیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں خرابی کی اہم ترین وجہ عمان کا ایران اور یمن کے حوالے سے سعودی موقف کی حمایت نہ کرنا تھا، یہی وجہ تھی کہ جس وقت سعودی عرب نے اسلامی ممالک کا فوجی اتحاد تشکیل دیا تو عمان وہ واحد اسلامی ملک تھا جس نے اس اتحاد کا حصہ بننے سے انکار کیا۔ عمان نے ایران اور یمن تنازع کے حل میں بھی اہم کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ، اب دونوں ممالک پانچ سو کلو میٹر طویل سڑک کی وجہ سے ایک دوسرے سے زمینی رابطے میں آگئے ہیں جس کے بعد سعودی عرب اور عمان کے درمیان تجارت میں بھی اضافہ ہو گا۔ یہاں یہ بھی اہم ہے کہ جہاں سعودی عرب عمان کے ساتھ تعلقات میں بہتری کا خواہاں رہا ہے وہاں عمان کو مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے سعودی عرب نے تیس ارب ڈالر کے معاہدے بھی کیے تا کہ عمان کی مالی صورت حال کو بہتر کیا جا سکے۔ یہاں سعودی عرب کے ایک اور ہمسائے ترکیہ کا ذکر نہ کیا جائے تو سعودی عرب کی مفاہمت پر مبنی پالیسی کو سمجھنا تھوڑا مشکل ہو گا، کم از کم ایک صدی سے جاری ترکیہ اور سعودی عرب کے درمیان تنازع اس وقت اپنے عروج کو پہنچا جب دو اکتوبر دو ہزار اٹھارہ میں ترکی میں سعودی قونصل خانے میں سعودی صحافی جمال خاشقجی کو قتل کر دیا گیا۔ ترک پولیس کی جانب سے الزام عائد کیا گیا کہ قونصل خانے میں قتل کے بعد ان کے جسمانی اعضا کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا مگر سعودی حکومت کا دعوی تھا کہ وہ قونصل خانے سے باہر زندہ نکلے جس کی تردید ترکیہ کی جانب سے یہ کہہ کر کی گئی کہ ایسی کوئی سی سی ٹی وی فوٹیج سامنے نہیں آئی جس سے سعودی حکومت کا دعوی درست مان لیا جائے۔ تاہم سترہ

دن بعد، سعودی حکومت نے پہلی بار اقرار کیا کہ جمال خوشقجی کی موت ہو چکی ہے اور موت کی وجہ قونصل خانے میں لڑائی کو قرار دیا گیا جبکہ ایک ماہ بعد ترک صدر رجب طیب ایردوان کی طرف سے پہلی بار براہ راست قتل کی ذمہ داری سعودی حکومت کے اعلی عہدے داروں پر عائد کر دی جہاں سے دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی نے مزید طول پکڑا۔ مگر پھر ترکیہ کی مصر میں اخوان المسلمون کی حمایت اور اسرائیل سے تعلقات نے سعودی عرب اور یونان کے درمیان قربت کی وجہ کے پیش نظر ترک صدر رجب طیب ایردوان نے سعودی عرب کی جانب امن کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے جنوری دو ہزار بائیس میں اعلان کیا کہ وہ سعودی عرب کا دورہ کریں گے۔ دورہ تاخیر کا شکار ہوا مگر پھر انیتس اپریل 2022 کو ولی عہد محمد بن سلمان نے ترک صدر رجب طیب ایردوان کی میزبانی کی، حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے سخت حریف کے طور پر ابھرے تھے۔ماضی میں اردگان کو اپنے لئے ایک خطرے کے طور پر دیکھنے والا ملک سعودی عرب اب ترکی معیشت اور ترک صدر کو مالی مشکلات سے نکالنے کے لئے پانچ ارب ڈالر ترکیہ کے بینکوں میں جمع کروانے کے لئے راضی ہو گیا۔اس وقت ترکیہ میں مہنگائی پچاسی فیصد ہے جبکہ زرمبادلہ کے زخائر اور کرنسی لیرا تاریخ کی کم ترین سطح پر پہنچ کے ہیں۔ سعودی عرب کے اندر یہ سوچ بھی پائی جاتی ہے کہ جب تک ایران کے ساتھ چلے آنے والے مذہبی اور سفارتی تنازع کا حل نہیں نکالا جاتا تب تک نہ تو سعودی عرب تیل پر سے انحصار کم کر سکے گا اور نہ ہی معاشی طور پر ترقی، اور یہی وجہ تھی کہ گزشتہ سال اپریل میں ریاض نے بغداد میں تہران کے ساتھ بات چیت کا آغاز کیا۔ بظاہر یمن میں تنازعہ کو کم کرنے کے لیے، اس ٹریک کا مقصد واشنگٹن کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ سعودی عرب، ماضی میں کیئے گئے تمام فیصلوں پر نہ صرف لچک دکھائے گا بلکہ ایک معقول اور عملی فریق ہے جو اپنے ماضی کے بجائے مستقبل کی پیش بندی کر رہا ہے۔ اگر سعودی عرب کی ہمسایہ ممالک سے مذاکراتی ٹائم لائن پر غور کریں تو یہ مذاکرات امریکی صدر جو بائیڈن کے صدر منتخب ہونے اور حلف برداری کے محض دو ماہ بعد ہی شروع ہو گئی تھیں۔ ایران اور سعودی عرب کے درمیان مذاکرات کے پانچ راونڈ ہو چکے ہیں جن میں دونوں جانب سے برف پگھلنے کے واضع اشارے ملے ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران، سعودی عرب نے امریکہ سے تعلقات کے تناظر میں یہ سیکھا ہے کہ

امریکہ دفاعی معاملات میں پارٹنر تو ہو سکتا ہے مگر سعودی عرب کا تیل سے انحصار ختم کرنے کے لئے اسے ہمسایہ ممالک کے ساتھ ساتھ چین سے تجارتی معاہدے کرنے ہوں گے۔

سعودی عرب، چین کے قریب کیوں ہو رہا ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ ولی عہد محمد بن سلمان، اکیس صدی کے شاہ فیصل ہیں تو غلط نہیں ہو گا جیسے شاہ فیصل سعودی عرب کو ترقی یافتہ اور آزاد ملک دیکھنا چاہتے تھے ویسے ہی محمد بن سلمان سعودی عرب کو تیل پیدا کرنے والے ملک کی پہچان سے نکل کر قطر اور دیگر یورپی ممالک کی طرح اکانومی بیسڈ ملک دیکھنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ سعودی عرب گزشتہ سال سے ہی اسی کوشش میں تھا مگر پھر روس یوکرین جنگ نے ریاض کو یہ جواز بھی فراہم کر دیا کہ امریکہ سعودی عرب اور اوپیک پلس ممالک پر محض اس وجہ سے دباو ڈال رہا کیونکہ وہ روس کو سبق سکھانا چاہتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ جنگ کے شروع سے ہی سعودی عرب نے کوئی واضع پوزیشن نہیں کی، پھر ہوا بھی اسی طرح کہ اپریل میں تیل کی فی بیرل قیمت ساٹھ ڈالر سے بڑھ کر ایک سو تئیس ڈالر تک جا پہنچی، م اگر سعودی عرب امریکی مفادات کی حفاظت کرتا اور تیل کی پروڈکشن میں اضافہ کر دیتا تو تیل سے حاصل ہونے والی آمدن میں فرق پڑتا اور اسی وجہ سے سعودی عرب نے تیل کو بطور ہتھیار تو استعمال کیا مگر ساتھ ہی سعودی عرب نے روس اور چین کی صورت میں نئے اتحادی بھی بنا لیئے جو محمد بن سلمان کے خواب کو پورا کر سکتے ہیں یعنی تیل کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاری اور انفراسٹرکچر کی تعمیر۔ ولی عہد محمد بن سلمان کے ویژن دو ہزار تیس کی تکمیل میں چین ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان سوائے آرمکو کی تشکیل سے اب تک کسی بڑے انفراسٹرکچر پراجیکٹ پر کام نہیں ہوا، شاید دونوں ممالک کی اُس وقت ترجیحات یہ نہ رہی ہوں مگر اس وقت چونکہ تیل پر انحصار کم کرنا محمد بن سلمان کا مقصد ہے۔ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان تجارت کا حجم بھی چین کے مقابلے میں محض گیارہ فیصد ہے ساتھ ہی اس وقت خطے میں چین بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کر رہا ہے، ون روڈ ون بیلٹ پراجیکٹ اور چائنا پاکستان اکنامک کاریڈور پر بھی کام جاری ہے، جبکہ

چین ایران میں بھی چار سو بلین ڈالر سرمایہ کاری کے منصوبے لگانا چاہتا ہے۔ ایسے میں محمد بن سلمان کیوں نہیں چاہیں گے کہ چین، ویژن دو ہزار تیس کے خواب کو پورا کرنے میں سعودی عرب کی مدد دیں۔ ویژن دو ہزار تیس کے تحت آسی میگا پراجیکٹس شامل ہیں جن کی مالیت کا اندازہ چار سو سے چھ سو ارب ریال تک لگایا جا رہا ہے جبکہ سعودی عرب کا NEOM از خود ایک بہت بڑا میگا پراجیکٹ ہے جس کی تشکیل کے لئے نہ صرف سعودی عرب کو انفراسٹرکچر کی ضرورت ہے بلکہ ہمسائے میں ایسے ممالک جن سے حالات کشیدہ ہونے کے بجائے ایسے ہوں کہ تیل کے علاوہ دیگر آمدن کو تنتالیس ارب ڈالر سے بڑھا کر تین سو ارب ڈالر کے ہدف کو حاصل کیا جا سکے۔

چین ہی کیوں، امریکہ کیوں نہیں؟

جیسا ہی ملکی دفاع براہ راست معیشت سے منسلک ہوتا ہے ویسے ہی یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سعودی عرب آٹھ دہائیوں پرانے دوست کے بجائے چین کو اہمیت کیوں دے رہا تو اس کے لئے دونوں ممالک کی معیشت سے جڑے معاملات کو سمجھنا ضروری ہو گا۔ امریکہ اور چین کا حقیقی جی ڈی پی [مجموعی گھریلو پیداوار] پہلے اور دوسرے نمبر پر ہے، امریکہ کا جی ڈی پی تقریباً تئیس کھرب ڈالر ہے جبکہ چین پونے اٹھارہ کھرب ڈالر کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہے، مگر امریکی شہریوں کی فی کس آمدن چین کے مقابلے میں تقریباً چھ گنا زیادہ ہے جبکہ جی ڈی پی کو مساوی قوت[1] خرید کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس میں چین تیس کھرب ڈالر کے ساتھ پہلے اور پچیس کھرب ڈالر کے ساتھ امریکہ دوسرے نمبر پر ہے۔ اسی طرح چین، امریکہ سے زراعت اور انڈسٹری میں کہیں آگے ہے، جبکہ اگر ترقی کی رفتار کو دیکھا جائے تو ورلڈ بینک کے مطابق، دو ہزار اکیس میں چین کی ترقی کی شرح آٹھ اعشاریہ ایک فیصد تھی جبکہ امریکہ پانچ اعشاریہ سات فیصد کی رفتار

[1] مساوی قوتِ خرید شرح تبادلہ کے بارے میں آسان الفاظ میں یہ سمجھ لیں کہ مثال کے طور پر اگر پاکستانی روپیہ کی شرح تبادلہ ڈالر کے ساتھ 60 روپے فی ڈالر ہے مگر پاکستان میں 40 روپے میں اتنی اشیاء خریدی جا سکتی ہیں جتنی ایک امریکی ڈالر میں، تو شرح تبادلہ 40 روپے کے حساب سے آمدنی کو ڈالر میں تبدیل کیا جائے گا نہ کہ اصل شرحِ تبادلہ میں۔ اس سے عوام کی درست قوتِ خرید کا اندازہ ہو سکے گا۔ اسے مساوی قوتِ خرید شرح تبادلہ کہا جائے گا۔

سے ترقی کر رہا تھا۔ اگر قرض کو دیکھا جائے تو امریکہ پر کل قرض تین سو تیرہ کھرب ڈالر سے زیادہ ہے جس میں ہر سیکنڈ اضافہ ہو رہا ہے جو مجموعی جی ڈی پی سے ایک سو تیس فیصد زیادہ ہے جبکہ اگر بیرونی قرض پر نظر دوڑائیں تو امریکہ کا قرض تقریباً چوبیس کھرب ڈالر ہے، جبکہ امریکہ کے مقابلے میں چین پر بیرونی قرض صرف دو اعشاریہ چھ چار کھرب ہے یعنی امریکہ چین کے مقابلے میں کہیں زیادہ مقروض ملک ہے۔ یہاں یہ بتانا اہم ہے کہ امریکی قرض میں چین کا حصہ تقریباً تیرہ فیصد یعنی نو سو اکہتر ارب ڈالر ہے اور یہ قرض امریکہ کے ٹریزری بانڈ کے عوض امریکہ کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی اہم ہے کہ چین اور امریکہ کے درمیان تجارتی حجم میں چین کا پلڑا بھاری ہے اور انیس سو پچاسی سے آج دن تک چین سرپلس میں چل رہا ہے۔ اب جبکہ چین کے پاس دنیا میں سب سے زیادہ امریکی بانڈز ہیں تو چین اس پوزیشن میں ہے کہ امریکہ کے لئے مشکلات پیدا کر سکے جیسے اگر چین قرض واپسی کا تقاضا کرتا ہے یا پھر امریکی بانڈز کی فروخت شروع کر دیتا ہے تو نہ صرف ڈالر کی شرح سود میں اضافہ ہو گا بلکہ قیمتیں بڑھنے کے ساتھ ساتھ امریکی اقتصادی ترقی کو بہت گہرا گھاو بھی لگے گا۔ اگر چین آہستہ آہستہ امریکی بانڈز فروخت کرتا ہے تو پھر عالمی منڈی میں ڈالر کی طلب بھی کم ہو جائے گی اور اس کے مقابلے میں چینی یوان کی قدر میں اضافے کا باعث ہو گا۔ اب امریکہ اس کا توڑ یہ کر سکتا ہے کہ خود پروڈکشن شروع کر دے اور چین سے درآمدات کم کرے لیکن اس کے لئے سستے خام مال، سستی ترین مین پاور اور سستی پروڈکٹ کی ضرورت ہے جو چین کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی امریکی کمپنیوں کے پلانٹ دوسرے ممالک میں ہیں۔ اگر امریکہ اور چین کی معیشتوں کا تقابل کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ امریکہ دنیا کی سوپر پاور تو ہے مگر چین امریکہ کو معاشی لحاظ سے گھیرے ہوئے ہے، ایسے میں جب سعودی عرب کے بجائے خطے میں کوئی بھی ملک ہو تو وہ امریکہ کے بجائے چین کو ترجیح دے گا کیونکہ پہلے نمبر میں تو چین امریکہ کے مقابلے میں سعودی عرب سے کہیں زیادہ قریب ہے اور سعودی عرب کو جو خام مال چاہیے وہ امریکہ کے مقابلے میں بہت سستا ملے گا۔ اسی طرح افرادی قوت بھی سستی ملے گی، معاشی لحاظ سے چین امریکہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ اثر و رسوخ رکھتا ہے جبکہ امریکہ کے دنیا بھر میں تعلقات دفاعی نوعیت کے زیادہ ہیں۔

چین سعودی عرب تجارتی تعلقات

اس وقت سعودی عرب اور چین کے درمیان تجارتی حجم تقریباً ستاسی ارب ڈالر ہے جس میں سعودی عرب کا پلڑا ستاون ارب ڈالر کے ساتھ بھاری ہے۔ سعودی عرب چین کو سب سے زیادہ تیل فراہم کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب چین میں دس ارب ڈالر مالیت کی ایک ریفائنری بھی بنا رہا ہے۔ اگر توانائی سیکٹر کو دیکھا جائے تو سعودی عرب چین کے ساتھ مل کر ایک ارب ڈالر مالیت کا گیس فیول پاور پلانٹ لگا رہا ہے جو کہ سلک روڈ فنڈ کا مشترکہ پراجیکٹ ہے جبکہ چینی کمپنی سعودی عرب میں شمسی توانائی میں سرمایہ کاری کر رہی ہے۔ اگر دونوں ملکوں کے درمیان دفاعی تعاون کو دیکھا جائے تو چین سعودی عرب کو ڈرونز مہیا کر رہا ہے جنہیں سعودی عرب، یمن، عمان اور دیگر سرحدوں پر نظر رکھنے کے لئے استعمال بھی کر رہا ہے۔ حالیہ چینی صدر کے دورے میں دیگر معاہدوں کے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین معاہدہ جس کی علامتی اہمیت بہت زیادہ ہے وہ "ہواوے" کمپنی کے ساتھ معاہدہ ہے جس کے تحت ہواوے سعودی عرب میں کلاوڈ ڈیٹا سروسز مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی انفراسٹرکچر بھی بنائے گا۔

چین، سعودی عرب قربت اور امریکی مفادات

سعودی عرب "ورلڈ لیگ" کا حصہ بننا چاہتا ہے جس طرح ترکیہ نے معاشی ترقی کے نتیجے میں دنیا کو مجبور کیا کہ وہ اسے یورپ اور ایشیا میں ایک اہم اسٹیک ہولڈر کے طور پر دیکھے بالکل اسی طرح سعودی ولی عہد محمد بن سلمان اپنے دو ہزار تیس ویژن کو پایا تکمیل تک پہنچا کر وہی کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس وقت دنیا بھر میں چین میں مسلمان اقلیتیوں اور جمال خاشقجی کے حوالے سے سوالات کیئے جا رہے تھے اس وقت سعودی عرب نے نہ صرف چینی موقف کی حمایت کی بلکہ اسے چین کا اندرونی معاملہ قرار دیا۔ چینی صدر کے دورے میں ایران امریکہ نیوکلیئر پروگرام کے حوالے سے بھی بات چیت ہوئی ہے اور سعودی عرب کی طرف سے پہلی بار کہا گیا کہ اگر ایران نیوکلیئر پروگرام کو محض توانائی

کے لئے استعمال کر رہا ہے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ امریکہ اس وقت چین کو اپنے لئے خطرہ محسوس نہیں کرتا مگر جس انداز میں چین پوری دنیا میں سرمایہ کاری کا سفارتی جال بچھا رہا ہے وہ وقت دور نہیں جب ان دونوں ملکوں کے درمیان سرد جنگ شروع ہو جائے جس کے نتیجے میں دنیا واضع طور پر دو بلاکس میں تقسیم ہو جائے گی۔

یہاں ایک اہم نقطہ یہ بھی ہے کہ چین بنیادی طور پر امریکہ سعودی عرب سرد مہری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف سعودی عرب بلکہ عرب دنیا سے قریب ہو رہا ہے اور اس خلا کو پُر کر رہا ہے جو امریکہ اور عرب دنیا کے درمیان پیدا ہوا ہے۔ یہاں یہ بھی قابل غور امر ہے کہ جہاں چین اس خلاف کو پورا کرنے کے لئے سرمایہ کاری کر رہا ہے وہیں چین کی کوشش ہے کہ وہ امریکہ کے زیر اثر ممالک میں اپنے اسٹیکس کو بڑھائے تاکہ اگر وقت پڑنے پر اسے مدد کی ضرورت ہو تو عرب دنیا چین کی حمایت کرے۔ اسی طرح یہ بھی اہم ہے کہ چین نے رواں دہائی میں عرب دنیا سے براہ راست تعلق استوار کرنے کی کوشش کی ہے جو پہلے پاکستان کے ذریعے کیئے جاتے تھے اب جبکہ چین براہ راست عرب دنیا سے انگیج کر رہا ہے تو جہاں پاکستان کو سیٹ بیک ہو گا وہیں عرب دنیا سے پاکستان کے تعلقات میں تھوڑی سرمہری کی بھی امید ہے۔ چونکہ مشرق وسطی یورپ اور ایشیا کے مرکز میں ہے اور چین کا بیلٹ اینڈ روڈ پراجیکٹ کا زیادہ دارومدار پوری دنیا کو چین سے زمینی راستے سے منسلک کرنا ہے تو سعودی عرب کے ساتھ تعلقات اور سرمایہ کاری میں اضافے کے نتیجے میں چین کی توانائی ضروریات بھی پوری ہوں گی۔ کیونکہ سعودی عرب، مشرق وسطی کا سب سے بڑا ملک ہے اور دیگر عرب ممالک کسی نہ کسی انداز میں سعودی عرب سے اثر لیتے ہیں جو جب سعودی عرب چین معاشی تعلقات بہتر ہوں گے تو تمام عرب ممالک از خود اس کا حصہ بن جائیں گے۔

لکھاری ہم نیوز کے ساتھ منسلک ہیں اور کرنٹ افیئرز پروگرام (ہم مہر بخاری کے ساتھ) میں بطور پروڈیوسر اور ریسرچر خدمات سرانجام دے رہے ہیں،